شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

جولائی 2011ء / رجب، شعبان 1432ھ – جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 7 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 150 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 400 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: غلبہ دین کی اہمیت	2
درسِ حدیث: سرمائے کی محبت کے نقصانات	2
اداریہ: دہشت گردی کا خاتمہ؛ علاقائی ممالک کی ضرورت	3
خطبہ جمعہ: غلبہ دین کا نظریہ فکر و عمل	4
رفتارِ کار: حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا دورہ شمالی پنجاب	6
وفیات: حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی کا سانحہ ارتحال	8
دینی مسائل: دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات	8

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

برطانیہ کے کیبنٹ مشن کی ہندوستان آمد کی خبر سن کر فرمایا: ''(برطانوی) مشن کا فسادات دیکھنے کے لیے یہاں آنا، دوسرے ملکوں میں ہندوستان کو بدنام کرنے اور انگریزوں کی حکمرانی کے جواز میں دلائل قائم کرنے کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوسکتا۔''

فرمایا کہ: ''(اس خطے کی جماعتوں میں) باہمی سمجھوتہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیوں کہ سمجھوتہ تو وہاں ہوتا ہے، جہاں کوئی شکایت ہو اور اس کا ازالہ مقصود ہو۔ لیکن جہاں فریقِ مخالف کو گرانا ہی مقصد ہو، وہاں پھر سمجھوتے کی صورت ہی کیا ہو۔ یہ فقرہ بڑا خطرناک اور بے معنی ہوتا ہے کہ ''صاحب باعزت سمجھوتہ ہو''۔ کیوں کہ اس فقرے کے کہنے والے کا مقصد سمجھوتہ کرنا نہیں، بلکہ فساد کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہمارا روزمرہ اور رات دن کا تجربہ ہے۔ زمین داروں میں بھی ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ سوائے تیسرے کی مداخلت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

میرے ایک زمین دار دوست نے بتایا تھا کہ: ''جہاں رعایا میں لڑائی نہ ہو، وہاں لڑائی کرانا اور جہاں لڑائی ہو، اس کو جاری رکھنا، یہ زمین دارے کو مضبوط رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ: ''رعایا میں ہم صلح کرانا چاہتے ہیں''، قطعاً غلط ہوتا ہے۔''

(مجلس 29/ ذی قعدہ 1365ھ / 25/ اکتوبر 1946، بروز: جمعۃ المبارک۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: 75-76۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبد القادر دین پوری	(بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ	(قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری	(واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی	(شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون	(مانسہرہ)

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سالانہ ممبرشپ کی رقم ''ناظم دفتر'' کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ○ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

تین سال کی ممبرشپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ ○ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

غلبۂ دین کی اہمیت

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کردے۔ اور اللہ حق ثابت کردینے کے لیے کافی ہے۔“ (28:48)

گزشتہ آیات میں حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ان کی جزئیات (Details) کو یاد رکھو۔ اور ان کے مطابق تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرو۔ اس قسم کے ضبط اور ایثار والی جماعت ہی غلبہ حاصل کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ چناں چہ بعد کے واقعات نے اِسے صحیح ثابت کردیا۔

بِالْهُدٰی: دین کی اصل روح اور حکمت مراد ہے۔ دِیْنِ الْحَقِّ: سچا دین، جو دائمی قانون پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ وہ انسانیت کے اصلی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ اس دین (قرآن) کو باقی تمام دینوں پر غالب کرنا ضروری ہے۔ اور اسے ہمیشہ غالب رہنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غالب آیا، پھر قیامت سے پہلے غالب آجائے گا۔ اور غلبے سے محض علمی غلبہ بھی مراد نہیں ہے۔ بلکہ سیاسی غلبہ بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی قرآنی قانون، قانون کی حیثیت سے بھی ہمیشہ غالب اور نافذ رہے۔ اور علمی لحاظ سے بھی ہر ایک دین پر اسے فوقیت حاصل رہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کا خیال رکھیں۔ اگر مسلمان اس صورت کو اپنی سیاست کی بنیاد بنالیں تو یہ ساری دنیا میں کام کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت الامام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ”سب صحیح احادیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ دین کا کامل غلبہ آں حضرتؐ کے بعد ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس زمانے میں زمین کی حکومت دو بادشاہوں کے درمیان بٹی ہوئی تھی، جو بہت شان و شوکت والے تھے: (1) کسریٰ ایران، (2) قیصر روم۔ ان دونوں بادشاہوں کے دین دوسرے دینوں پر غالب تھے۔ اور ان دونوں دینوں کا ”اباحت“ (یعنی کھانے پینے اور نکاح کے معاملے میں کسی قاعدے کی پابندی نہ کرنا اور ہر چیز کو جائز سمجھنے) کی طرف میلان تھا۔ اور دونوں پر ”عقیدۂ اِرجاء“ (یعنی جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بخش دے گا) کا غلبہ تھا۔ چناں چہ قیصر کے اتباع میں روم، روس، جرمنی، افریقہ، شام، مصر، یعنی مغربی ممالک اور حبشہ، نصرانیت کے پیرو تھے۔ اور خراسان، توران، ترکستان، زاولستان اور باختر وغیرہ کسریٰ کے اتباع میں مجوس تھے۔ اور یہودیت، مشرکوں کا دین، ہندوؤں کا دَھرم اور صابیوں کا مذہب ان دونوں بادشاہوں کے دبدبے کے نیچے تھے۔ اور کمزور ہو کر ان کے مطیع ہوچکے تھے۔ پس ظہورِ دین اسلام اور کافروں اور قانون شکنوں کو برباد کرنے کے داعیے نے کسریٰ و قیصر کی حکومتوں کو برباد کرنے کی شکل اختیار کی۔ کیوں کہ جب یہ دونوں حکومتیں برباد ہوجائیں گی، سب سے بڑے اور سب سے مشہور دین شکست کھا جائیں گے۔... جاننا چاہیے کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ دین حق کو جس طرح کا غلبہ بھی حاصل ہو، غلبے کی وہ تمام شکلیں ”لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ“ کے کلمے کے ضمن میں شامل ہیں۔ اور اس غلبے کی سب سے بڑی قسم کہ قیصر و کسریٰ کی حکومت ختم ہونا، اس آیت کے مفہوم میں بطریق اولیٰ داخل ہے۔ اور ان حکومتوں کے خاتمے کا کام خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوا۔“ (ازالۃ الخفاء۔ ص: 173، 175)

اس کے بعد ہر زمانے میں اس قانون کو غالب رکھنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

سرمائے کی محبت کے نقصانات

عن ابن مسعودؓ، قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم: ”لا تتّخذوا الضّیعۃ فترغبوا فی الدّنیا.“ (مشکٰوۃ شریف، کتاب الرقاق، الفصل الثانی)

”حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرمایہ سمیٹ سمیٹ کر مت بیٹھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ۔“

اس حدیث میں ”ضیعۃ“ یعنی سرمائے کا مالک بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اس سے تمہارا دل دنیا میں پھنس جائے گا۔ اور اسی کی محبت پیدا ہوجائے گی۔

”ضیعۃ“ کے معنی لغت میں باغ، مکانات اور زرعی زمین کے لکھے ہیں۔ جسے ہم اپنی زبان میں ”جائیداد“ اور ”سرمایہ“ کہتے ہیں۔ حدیث کی لغت کی ایک کتاب ”نہایہ“ میں اس کی بابت یوں لکھا ہے: کسی آدمی کا ”ضیعۃ“ وہ ہے، جس کے ذریعے اس کے پاس سامانِ عیش جمع ہوتا ہو۔ جیسے تجارت، زراعت وغیرہ۔ اگر غور کیجیے تو اس سے زمین داری، کرایہ خوری، رئیسی، سودخوری، محنت کا پھل عوام تک پہنچانے کے لیے درمیانی لوگوں کے دھندے سبھی آگئے۔ اور صاف معلوم ہوگیا کہ بے شمار زرعی زمین کا مالک بن کر بیٹھ جانا، آبادی میں زمین خرید خرید کے مکان بنوانا، اور بڑھا بڑھا کے کرائے وصول کرنا، مربعے اور باغات خرید کر قبضے میں کرلینا، روپیہ جمع کرکے ضرورت مندوں کو سود پر دینا، مزدوروں اور کاری گروں سے ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو سستے داموں خرید لینا اور پھر ضرورت مندوں کو منہ مانگے داموں پر دینا، ان سب سے اس حدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔ اور وجہ بھی بتادی ہے کہ اس سے آدمی کا دل دنیا کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ ایک گروہ تو پیسے بٹورنے میں لگ جاتا ہے اور مال کی محبت میں اسے اور کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔ ایک گروہ اپنے جینے کے لیے محنت مزدوری کرنے میں سارا وقت گنوا دیتا ہے اور پھر بھی اسے اس کی ضرورت کے مطابق گزارے کی چیزیں نہیں ملتیں۔ ایک عیش و عشرت میں پھنس کر غافل ہوتا ہے اور دوسرا تنگی ترشی میں پھنس کر کسی کام کا نہیں رہتا۔ انھیں یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ جس شغل میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر کام آنے والا کوئی اور شغل بھی ہے۔ جس پر ہماری نجات اور فلاح کا دار و مدار ہے۔ ان کے خیال میں بھی نہیں آتا کہ موجودہ شغلوں کو کم کرکے اس شغل کے لیے بھی وقت بچانا چاہیے۔ اور وہ یقیناً ایسا شغل ہے، جس سے آخرت کی زندگی درست ہوگی۔

حدیث میں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ ایک گروہ کا سامانِ رفاہیت کے جمع کرنے میں لگ جانا اور ایک گروہ کا فاقے سے بچنے کے لیے عمر بھر پاپڑ بیلتے رہنا، یہ تو اسی زندگی کے خیال میں پھنس کر رہ جانے کے لچھن ہیں۔ اور ان دونوں گروہوں میں سے دوسرے گروہ کو پریشانی میں مبتلا رکھنے کی ذمہ داری بھی پہلے ہی گروہ کے سر ہے۔ جو بے کار دولت جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بظاہر ریاست، زمین داری اور سرمایہ داری سے حدیث میں سختی کے ساتھ نہیں روکا گیا ہے، لیکن کیا انسان میں اتنی سمجھ باقی نہیں کہ دنیا کی محبت کو ساری خرابیوں کی جڑ سمجھے اور اس اشارے کو سمجھ جائے کہ ”سرمایہ داری“ کا انسان کے لیے سرمایہ بربادی ہونا حدیث سے بالکل ظاہر ہے۔ اور ٹھیکے داری، زمین داری، سرمایہ داری، غرض اس قسم کی تمام صورتوں کی صاف صاف ممانعت نظر آرہی ہے۔ اور شخصی اِجارہ داریوں کو بھی یہی حدیث ہلا رہی ہے۔ اس لیے سرمایہ داری کی محبت سے بچنے کی ضرورت ہے۔

rahimia.org

اداریہ

دہشت گردی کا خاتمہ
علاقائی ممالک کی ضرورت

برعظیم پاک و ہنداور اس سے ملحقہ علاقائی ممالک پر مشتمل ریجن سے دہشت گردی، قتل و غارت گری، خوف اور بدامنی کا خاتمہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ بلاشبہ قومیں امن و امان اور معاشی خوش حالی سے ہی ترقی کرتی ہیں۔ دہشت گردی اور خوف کی فضا، امن و امان اور معاشی خوش حالی کی دشمن ہے۔ انسانی معاشروں میں بدامنی، خوف، بھوک و افلاس کی موجودگی، ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنتی ہے۔

اس خطے میں خوف و نفرت اور بھوک و افلاس کے بیج اس دور میں بوئے گئے، جب یہ خطہ برطانوی سامراج کے شکنجے میں تھا۔ عالمی سرمایہ داری نظام نے اپنے مفادات کے لیے اس خطے میں Divide and rule ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کے اصول پر سوسائٹی میں مذہبی، نسلی اور گروہی تقسیم کو فروغ دیا۔ اور خطے کے امن اور معاشی خوش حالی کو تباہ و برباد کرتے ہوئے ہماری سوسائٹی میں خوف، دہشت، قتل و غارت گری اور معاشی بدحالی کا بازار گرم کیا۔ اور غلامی کے دو سو سال میں سوسائٹی میں باہمی اِفتراق و اِنتشار پھیلانے اور ایک دوسرے کو خوف اور اذیت کی حالت میں رکھنے کے لیے نو آبادیات پر مشتمل نظام تشکیل دیا۔

انہی خوف ناک رویوں کا نقطہ عروج وہ ہے، جب گزشتہ صدی کے نویں عشرے میں اس ریجن میں عالمی سامراج نے اپنے سرمایہ دارانہ مفادات کی جنگ لڑنے کے لیے مذہبِ اسلام کی پُرامن تعلیمات کو قتل و غارت گری اور سرمایہ دارانہ مفادات کے ظلم و جبر کے تابع بنا دیا۔ اور ایسی اسلام پسند جماعتیں وجود میں لائی گئیں، جو ''جہادِ اسلام'' کا نام لے کر انسانوں کو ذبح کرنے اور قتل و غارت گری کو ''اسلامی سند'' دینے لگیں۔ اور ''جہاد'' کے نام پر فساد برپا کرنے کے فتوے دیے جانے لگے۔ اس دوران تمام اسلامی ممالک سے ایسے نام نہاد ''مجاہدین اسلام'' اکٹھے کیے گئے۔ جو اس علاقے کے امن کو برباد کرنے کے لیے کردار ادا کرنے لگے۔

عجیب بات ہے کہ ان ''مجاہدین اسلام'' نے اپنے اپنے ممالک کے حکمران طبقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود، اُن ملکوں میں سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ پر اسلام کا مکمل سیاسی اور معاشی نظام نافذ کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ہمارے اس خطے میں آ کر فساد مچانے اور قتل و غارت گری کے ذریعے اسلامی نظام کے نفاذ کے پُرتشدد طریقے اختیار کرنے لگے۔ حال آں کہ برعظیم پاک و ہند کے علمائے حق، خلافتِ عثمانیہ کے اختتام کے بعد سے عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہو کر قومی آزادی کی سیاسی جنگ لڑتے رہے۔ اور انھوں نے اپنی اجتماعی اور تنظیمی طاقت کے ذریعے برعظیم پاک و ہند کی آزادی یقینی طور پر حاصل کی۔ اس ریجن کے ممالک کی آزادی میں ایسی ہی تحریکات کا بنیادی حصہ ہے، جو عدمِ تشدد کے اصول پر کام کرتی رہیں۔ حریت پسند علمائے حق کے فکر و عمل کے برخلاف اس خطے میں پُرتشدد تحریکات چلانے کے لیے نام نہاد ''اسلام پسند مجاہدین'' تیار کیے گئے۔ اس حوالے سے بڑی بڑی شخصیات کے بت تراشے گئے۔ پہلے انھیں ''اسلام کا مجاہد'' قرار دیا گیا اور پھر جب عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے سامراجی مفادات حاصل کر لیے تو انھیں کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر انھیں ختم کرنے کے عنوان سے امریکی سامراج براہِ راست اس ریجن میں آ کر بیٹھ گیا۔ اور گزشتہ دس سال سے اس خطے کی تباہی و بربادی اور انسانی قتل و غارت گری میں مصروفِ عمل ہے۔

آج سے تقریباً تیس سال قبل جب اس ریجن میں یہ عالمی سامراجی ناٹک رچایا جا رہا تھا، ملک کے سنجیدہ اور باشعور لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ اور ہمارے مشائخ کرام اور علمائے حق نے اسی وقت یہ رائے دی تھی کہ ''اسلام اور جہاد کے نام پر قتل و غارت گری کا جو سلسلہ اس خطے میں شروع کیا جا رہا ہے، وہ خطے کی تباہی و بربادی کا سبب بنے گا۔ اور اس ریجن کے قومی اور علاقائی مفادات کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوگا۔ اس لیے امریکی مفادات کے لیے ''جہاد'' کے نام پر فساد مچانے کا کام نہ کیا جائے۔'' لیکن اس وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار فتوے باز مفتیوں اور حکمران طبقوں نے سیاسی اور دینی شعور پر مبنی اس بات کو سمجھنے کے بجائے اُلٹا انہی پر اپنے فتوؤں کی یلغار کر دی۔ اور آج اس وقت وہی طبقے اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ اور ہم عالمی سرمایہ دارانہ مفادات کے لیے استعمال ہوئے۔

آج حالات کا جبر دیکھیے کہ بیس تیس سال قبل جن لوگوں کو ''مجاہدِ اسلام'' بنا کر خطے کا امن تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا، آج انہی کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر نیست و نابود کرنے کے فخریہ اعلانات کیے جا رہے ہیں۔ اور ملک کا وزیر اعظم اِسے ''فتح عظیم'' قرار دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علاقائی ممالک کے اجتماعی شعور نے سامراج کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں تراشے ہوئے بتوں کو خود ہی اپنے خرچ پر راستے سے ہٹائے۔ اور خطے میں امن و امان کے لیے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کردار ادا کرے۔

آج کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ ریجن کے ممالک کو امن و امان اور معاشی ترقی کے راستے کی دشمن قوتوں کو راستے سے ہٹانے کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔ دہشت گردی، منافرت اور قتل و غارت گری کی ہر شکل کو کسی صورت برداشت نہ کیا جائے۔ پاکستان کے حکمران طبقات کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اور ریجنل ممالک کے ساتھ مل کر تشدد، خوف، قتل و غارت گری، معاشی بدحالی اور دہشت گردی پھیلانے والے عناصر کا خاتمہ کیا جانا چاہیے۔ اس ریجن کے ممالک کو باہم مل کر امن، عدل اور معاشی خوش حالی کے لیے پُرعزم جدوجہد کرنی چاہیے۔ اس وقت ان ممالک کے باشعور طبقے اس امر کے لیے بھرپور تیار ہیں۔ ہمیں انھیں خوش آمدید کہتے ہوئے خطے کے امن کو فروغ دینے کی سنجیدہ اور شعوری محنت کرنی چاہیے۔

خوف اور دہشت گردی کا خاتمہ نہ صرف علاقائی ممالک ضرورت ہے، بلکہ ایک دینی تقاضا بھی ہے۔ قرآن حکیم نے ایک کامیاب اسلامی معاشرے کی خصوصیت یہ قرار دی ہے کہ ''اس میں ایسا امن اور معاشی اطمینان حاصل ہو کہ ملک میں ہر طرف سے وافر مقدار میں رزق کی فراوانی ہو۔'' اور عذابِ الٰہی میں گرفتار معاشرے کی حالت کے بارے میں اسی آیت میں کہا گیا: ''اللہ ان کے غلط فیصلوں کے سبب ان پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیتا ہے۔'' (112:16) آج کا دینی تقاضا یہ ہے کہ ہم بھوک و خوف کے عذاب سے نجات حاصل کریں۔ اور امن و امان، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت پر مبنی انسان دوست معاشرہ تشکیل دیں۔ نیز ہمارے معاشرے میں ایسا معاشی نظام ہو کہ ریجنل ممالک کے تمام راستے رزق کی فراوانی کا باعث بنیں۔ اور علاقائی ممالک کے درمیان تجارتی اور اقتصادی رشتے روز افزوں ترقی کے حامل ہوں۔ آج ہمیں اپنے ریجنل ممالک کے ساتھ تعلقات درست کرتے ہوئے اپنے علاقے کو امن، معاشی خوش حالی اور عدل و انصاف پر مبنی سوچ کا حامل بنانا چاہیے۔ اور عالمی سامراجی تسلط سے نکل کر ایک آزاد، خود مختار اور فعال قوم کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہمارا سنجیدہ اور باشعور طبقہ اس طرف متوجہ ہو اور شعوری حوالے سے جدوجہد کرے تو یقینی طور پر کامیابی ممکن ہے۔

مدیر اعلیٰ

rahimia.org

غلبۂ دین کا نظریۂ فکر و عمل

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 15 اپریل 2011ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور)

ضبط وتحریر: سعد احمد خان

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسوله الکریم. أمّا بعد! قال الله تبارک و تعالیٰ:
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ . **صدق الله العظیم.**

معزز دوستو! دین اسلام کی تعلیمات کی بنیاد پر سماجی تشکیل کا شعور حاصل کرنا اس دور کا سب سے بڑا بنیادی تقاضا ہے۔ اس دور میں مذہب کے عنوان سے جتنی تحریریں، تقریریں اور اجتماعات منعقد ہوتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ کمی یہ ہوتی ہے کہ وہ سوسائٹی کی سیاسی، معاشی، سماجی اور عمرانی تشکیل کے حوالے سے گفتگو نہیں کرتے۔ اور دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ان امور پر غور وفکر ہمارے معاشرے سے ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ جو قومیں اپنے دور کا شعور حاصل نہیں کرتیں، وہ غلام بن جایا کرتی ہیں۔ آج انسانیت بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ سماجی تشکیل کے حوالے سے طبقاتی نظام معاشروں پر مسلط ہے۔ بدامنی اور بھوک کا حامل انسانیت دشمن سیاسی ومعاشی نظام ہماری سوسائٹی پر مسلط ہے۔

ایسے حالات میں مسلمان جماعت کا غفلت کی حالت میں رہنا، بہت بڑی کوتاہی ہے۔ دین اسلام کو ماننے والی جماعت صرف چند عبادات اور رسومات تک ہی محدود ہو کر رہ جائے اور سوسائٹی کے حقیقی مسائل کے بارے میں غور وفکر نہ کرے، اس حوالے سے اس کے اندر عقل و شعور کے حصول کی کوئی فکر نہ پائی جائے، یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ آج کی ضرورت تو یہ ہے کہ ہمارا نوجوان دین اسلام کی تعلیمات کو اس تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرے کہ وہ ہمارے مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا رہنمائی دیتا ہے۔ انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے قرآن حکیم کی تعلیمات کیا ہیں۔ انسانی سوسائٹی کی بنیادی اَقدار قرآن نے کیا متعین کی ہیں۔

اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ انسانی معاشروں میں امن، جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ، اقتصادی حوالے سے خوش حالی، سوسائٹی میں موجود مختلف طبقات، گروہ اور جماعتوں کے درمیان سماجی ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ اور یہی وہ بنیادی اقدار ہیں، جن کو کتابِ مقدس قرآن حکیم نے بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ کہنے کو تو ان اصولوں اور ضابطوں پر دنیا بھر کے تمام رہنما اور لیڈر گفتگو کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر صورتِ حال یہ ہے کہ دنیا کو بدامنی کی جہنم میں دھکیلنے کے لیے عالمی سامراجی طاقتیں اور قوتیں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ عالمی سامراجی نظام، ملکوں اور قوموں کو یرغمال بنا کر بدامنی کو فروغ دیتا ہے۔ دہشت گردی اور قتل وغارت گری کو آگے بڑھاتا ہے۔ محض اپنے طبقاتی اور گروہی مفادات کو پورا کرنے کے لیے دنیا کو اسلحے کا جہنم بناتا ہے۔ آج مشرقِ وُسطیٰ کی حالت یہ ہے کہ عالمی سامراجی طاغوتی قوتوں نے اپنے مفادات کے لیے اسلحے کے ڈھیر ان ممالک پر مسلط کر دیے ہیں۔ وہاں کی اقوام کو غلام بنا کر کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے سے ایسے معاہدات اور سودے کیے جاتے ہیں، جس سے عالمی سامراجی طاقت کا اسلحہ فروخت ہوتا ہے۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کی وہ قومیں، جو مسلمانوں کے غلبے کے ہزار سالہ دور میں آپس میں امن کے ساتھ رہنے کی صلاحیت کا مظاہرہ کر چکی ہیں۔ آج وہ کیسے ایک دوسرے کی دشمن بن گئیں؟ کس نے ان کے درمیان دشمنی پیدا کی؟ حضرت عمر فاروقؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں موجود تمام گروہوں اور طبقات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی، عیسائیت اور یہودیت، جن میں گزشتہ تین چار سو سال سے باہمی آویزش کی وجہ سے لڑائیاں اور اختلافات تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے مسلمانوں کے غلبے کے زمانے میں عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہم آہنگی کا ایک ایسا ماحول پیدا کیا کہ سوسائٹی میں موجود تمام کمیونٹیز اپنے تمام بنیادی حقوق کی تکمیل اس نظام میں رہ کر کرتی تھیں۔ آج عالمی سرمایہ داری نظام کے جبر نے اُسی مشرقِ وسطیٰ کو جہنم بنا دیا۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا کرا دیے۔ پھر مسلمان ملکوں پر ایسے شہزادوں اور حکمران طبقوں کو مسلط کر دیا کہ جن کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ کا ہر ملک، امریکہ کے اسلحہ خانوں سے لاکھوں، اربوں ڈالر کا اسلحہ خریدتا ہے۔ اور یہ ہی نہیں، بلکہ اس جنگی حکمتِ عملی کے نتیجے میں اسرائیل کو اربوں ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا جا رہا ہے۔ شام، اُردن اور عراق میں اسلحے کے گودام بھرے جا رہے ہیں۔ اور اسے تیل کی دولت لوٹنے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی بے عقلی اور سیاسی بے شعوری کا نتیجہ یہ ہے کہ سامراجی ممالک سے اسلحہ خرید کر آپس میں جنگیں لڑتے ہیں۔ اور بدامنی پیدا کر کے، اپنے آپ کو تباہ وبرباد کرتے ہیں۔

امن انسانی سوسائٹی کی ایک بنیادی قدر ہے۔ اور امن ختم کرنے کے لیے قوموں کے درمیان Divied & Rule کی سیاست کرنا، ان میں آپس کی لڑائی جھگڑے پیدا کرنا، بدامنی کو فروغ دینا، سب سے بڑی خرابی کی بات ہے۔ مسلمانوں کا سیاسی شعور پچھلے سو ڈیڑھ سو سالوں سے مسخ ہو چکا ہے۔ وہ دوسروں کے مفادات کی جنگیں لڑنے کے لیے آلہ کاری کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ چناں چہ مسلمان ممالک جنگوں کے دہانے پر ہیں۔ ان کے درمیان لڑائیاں ہیں۔ قتل وغارت گری ہے۔ تباہی اور بربادی کا عمل مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ اسلام، جو سلامتی اور امن کا دین ہے، اس پر بڑے بڑے وعظ اور لیکچر بھی کہے جاتے ہیں، مسلمان رہنما، دانشور اور علما، امن اور سلامتی کے حوالے سے خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن اس بدامنی کو فروغ دینے والے سامراجی طاغوتی نظام کے خلاف کسی قسم کا کوئی فکر وعمل نہیں ہے۔ اس کے خلاف نہ کوئی مزاحمتی نظریہ ہے اور نہ کوئی شعور ہے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے تو صاف کہا ہے کہ: ''اے ایمان والو! دیکھو! جو میرا دشمن اور تمہارا دشمن ہے، اس کے ساتھ دوستی نہ لگاؤ۔'' اللہ کا دشمن وہ ہے، جو اللہ کی مخلوق کا دشمن ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ جو انسانی سوسائٹی میں بدامنی کو فروغ دے، جو جنگ وجدل کے ذریعے سے اپنے سامراجی مفادات کو حاصل کرتا ہے، وہ اللہ کا دشمن ہے۔ اللہ کا دشمن تمھیں جنگوں میں الجھا رہا ہے۔ تمھیں لڑائی جھگڑے میں مبتلا کر رہا ہے۔ ہم ان ملکوں میں کتنی جنگیں لڑ چکے ہیں۔ اس کی بنیاد پر اس کا اسلحہ فروخت ہوا۔ اس کی اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ ملتا ہے۔ ہماری دولت نکل نکل کر ان کے پاس جا رہی ہے۔ اور ہماری سوسائٹی آپس میں انتشار کا شکار ہے۔ افغانستان، کشمیر، ہندوستان اور پاکستان کے اختلافات اور لڑائیاں ہوں، یا عراق ایران جنگ ہو، یا عراق کویت جنگ ہو، یا آج لیبیا کے اوپر تباہی وبربادی کی جنگ مسلط کی گئی ہو، یا تیونس کے اندر قتل وغارت گری ہو، سعودی عرب اور یمن کے اندر تباہی وبربادی ہو، یا بحرین میں مسلمان فوجیں داخل ہو کر خود مسلمانوں کا قتل عام کر رہی ہوں، ایشیا کے ممالک ہی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ کیا اتنی بھی سیاسی عقل نہیں کہ مسلمانوں کے غلبے کے دور میں یہ علاقے

rahimia.org

دنیا کے اندر امن کی علامت رہے ہیں، آج وہ بدامنی کے جہنم میں کیوں ہیں؟

وہ یورپ، جو ایک ہزار سال تک آپس میں لڑتا رہا، اِٹلی، فرانس، جرمن، برٹش اور رَشین نسلوں کے درمیان جنگوں کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے۔ جن میں انھوں نے اپنے لاکھوں انسان قتل کیے۔ آج وہ یورپ آپس میں متحد ہو کر اپنے ممالک کی سرحدیں ختم کر کے ایک ہو گیا۔ اور امن کی بنیاد پر اپنے سیاسی، معاشی مسائل حل کر رہا ہے۔ اسی یورپ نے یہ ساری جنگیں ہمارے معاشروں ایشیا اور افریقا کے اندر منتقل کر کے ہماری سوسائٹی میں تباہی و بربادی پیدا کر دی ہے۔ ہمارے درمیان مذہب کی بنیاد پر لڑائی پیدا کروائی گئی۔ انتہاپسندی کو فروغ دیا گیا۔ اس حوالے سے سوچ پیدا کرنا، اور عقل و شعور سے کام لینا ہم نے کیوں ترک کر دیا۔ قرآن حکیم ان لوگوں کے لیے ہے، جو عقل و شعور کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے تو عقل بڑھتی ہے۔ اس کے ذریعے سے تو سیاسی معاشی تقاضوں کو سمجھنے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ یہ ہماری صلاحیتوں میں کیا خرابی آ گئی، یہ کیوں زنگ آلود ہو گئی ہیں۔ ان کے اندر کیا خرابی پیدا ہو گئی کہ ہم دین کی ان تمام تعلیمات کے محض الفاظ بیان کرنے کے باوجود ہم اس کے نظریے اور شعور سے محروم ہیں۔ دنیا کی جو قومیں، اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے آگے بڑھتی ہیں، وہ دراصل اس حوالے سے سیاسی شعور پیدا کرتی ہیں؛ منظّم ہوتی ہیں، طاقت و قوت پیدا کرتی ہیں۔ عوامی طاقت و قوت کے ذریعے سے معاشروں کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں غفلت اور بے شعوری ہے۔ اور اگر کوئی تھوڑا بہت شعور اُبھرتا ہے، تو اس کو ختم کرنے کے لیے مذہب کے نام پر فتوؤں کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ مذہب کا سامراجی استعمال کیا جاتا ہے۔ مسجدیں فرقہ واریت کا گڑھ بن جاتی ہیں۔ وہ مذہب کے نام پر لوگوں کے ذہنوں کو محض مقدر کا درس دیتی ہیں۔ اور تقدیر کے نام پر غربت اور افلاس کو قبول کرنے کے لیے تیار کرتی ہیں۔ ہماری سوسائٹی کے اندر کتنا بڑا خلا ہے!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت کے سیاسی شعور کا عالم یہ ہے کہ وہ سوسائٹی میں موجود تمام سامراجی اور طاغوتی قوتوں کا اِدراک رکھتے ہوئے ان کے مقابلے کی حکمتِ عملی بناتی ہیں۔ مزاحمتی شعور پیدا کرتی ہیں۔ اس کے لیے اجتماعی طاقت کو منظّم کرتی ہیں۔ اور امن کا نظام قائم کرتی ہیں۔ امن کی قدر کو بنیادی حیثیت دیتی ہیں۔ معاشی خوش حالی کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ انسانی سوسائٹی کے مسائل کے حل کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ لیکن یہاں عجیب بات ہے کہ ہم نام صحابہؓ کرام کا لیتے ہیں؛ نسبت انبیائے عظامؑ سے کرتے ہیں، عنوان قرآنی تعلیمات کا استعمال کیا جاتا ہے، نعرے دین اسلام کے بلند کیے جاتے ہیں، لیکن صحابہؓ اور انبیاؑ کا عملی کردار، ان کی عملی سیرت، ان کے نظریے اور ان کے دینی شعور کو اپنی سوسائٹی کا حصہ بنانے کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جاتی۔ قرآن نے تو کہا: ''تم ان کی طرف دوستی کے پیغامات پہنچاتے ہو۔'' ان کے ساتھ دوستیاں رکھتے ہو۔ ان کے خلاف مزاحمت کا شعور تمہارے اندر کیوں نہیں ہے؟ صحابہؓ کی جماعت کے ایک فرد سے لغزش ہو جاتی ہے تو قرآن کی طرف سے تنبیہ نازل ہوتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ دوستی کا تعلق منفی نوعیت کا ہے، اس سے باز آ جاؤ۔ تمھیں اپنے دشمن کو دشمن سمجھنا چاہیے۔ اور دشمن سے دشمنی کا تعلق رکھنا چاہیے۔ یہ ہی قوموں کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔ دشمنوں سے دوستی رکھنا، ان کے ساتھ قلبی محبت اور تعلق پیدا کرنا، دراصل قوموں کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ وہ بے شعوری ہے، جس نے ہمیں پچھلے ڈیڑھ دو سو سالوں سے غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔ ہماری پوری سوسائٹی یرغمال ہے۔

ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ صحابہؓ، انبیاؑ اور اولیاء اللہ کا جو طریقۂ کار ہے، اس کو اپنایا جائے۔ اس کے بارے میں غور و فکر کیا جائے۔ کم از کم مسلمان جماعت کی ایک ہزار سالہ تاریخ کا مطالعہ تو کیا جانا چاہیے، کہ آخر اس سوسائٹی کے اندر تبدیلی کے لیے داتا گنج بخش قدس سرہ نے کیا کردار ادا کیا۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی ولایت کے کیا اثرات انسانی سوسائٹی پر مرتب ہوئے۔ ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی جدوجہد اور کوشش کیا تھی؟ یہ بابا فرید گنج شکرؒ پاک پتن میں بیٹھ کر کیا کردار ادا کرتے ہیں؟ یہ بڑے بڑے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین، ان کی جدوجہد اور کوشش کا مرکزی محور کیا تھا؟ ان کے سیاسی شعور نے ان کو کس بلند مقام پر فائز کر دیا تھا۔ اگر وہ اجمیر میں آ کر ہندوستان میں دین کے غلبے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں تو اس دور کی ظالمانہ طاقتیں اور قوتیں انھیں للکارتی ہیں۔ یہ اولیاء اللہ اس کے مقابلے کی کیا حکمتِ عملی بتاتے ہیں کہ جس سے انسانیت ترقی اور خوش حالی کے راستے پر گامزن ہو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجدد الفؒ ثانی کی جدوجہد کیا ہے؟ کہ انھوں نے اپنے دور کے سیاسی شعور کو سمجھا اور سوسائٹی پر مرتب ہونے والے نظام کے اثرات کا تجزیہ کیا۔ اس کے مقابلے میں مزاحمتی شعور دیا۔ ان کے ماننے والے لوگوں کا بنیادی کردار کیا تھا۔ کس طریقے سے انھوں نے نظم و ضبط، تربیت والی ایک بہترین جماعت تیار کی۔ جس کے ذریعے سے یہ معاشرہ ترقی کی اگلی منازل طے کر سکا۔ اکبر کے بعد جہاں گیر، شاہ جہان اور اَورنگ زیبؒ عالم گیر کے پیچھے مجدد الفؒ ثانی کی جدوجہد کے واضح ثمرات ہیں۔ انھوں نے اپنے سیاسی شعور، سیاسی اور معاشی خوش حالی کے نقطۂ نظر اور دین کے غلبے کے نظریے کی اساس پر اگلے دور کی جماعت تیار کی۔ جس نے انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے کردار ادا کیا۔

ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سیاسی شعور کی بلندی کتنی تھی؟ کیسے انھوں نے اپنے دور کے مسائل کو سمجھا۔ اپنے دور کے حکمرانوں کے کردار کو سمجھا۔ اپنے دور میں ہونے والی خرابیوں کو سمجھا۔ اور ان مسائل کو حل کرنے کی عقل دی۔ طریقۂ کار وضع کیا۔ نظریہ دیا۔ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ایک مکمل سسٹم ہمارے سامنے پیش کیا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جدوجہد کا بنیادی نقطہ اس فرسودہ نظام کو توڑنے سے عبارت تھا۔ جو انسانیت کے لیے بدامنی، معاشی بدحالی، سماجی تباہی و بربادی کے حوالے سے کردار ادا کرنے والا تھا۔ آپ دیکھیے کہ یہ ولی اللّٰہی جماعت، امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے دور سے لے کر اب تک انسانی سوسائٹی میں اپنے سیاسی شعور کی بنیاد پر ایک مستحکم سوچ، ایک بلند نظریہ، آگے بڑھنے کی جرأت ہمت اور ایک واضح جذبہ رکھتی ہے۔ آج ہماری نوجوان نسل میں اس کا شعور کیوں نہیں ہے۔ دین کی تعلیمات کو اس تناظر میں کیوں نہیں سمجھا جاتا۔ جب ہم باقی تمام افکار و نظریات اور عملی مہارت کے لیے ان افکار کے ماہرین کی صحبت میں رہ کر انھیں سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، تربیت حاصل کرتے ہیں، تو اسلام کی تربیت حاصل کرنے کے لیے اس اعلیٰ جماعت کو پیش نظر رکھنا چاہیے، جو نہ بکنے والی ہے، نہ جھکنے والی ہے، جرأت مند ہے، انسانی سماج کا شعور رکھ کر ان مسائل کے حل کرنے کے لیے واضح رائے اور دوٹوک قطعی نظریہ رکھتی ہے۔ اس جماعت سے ہمارا تعلق کیوں نہیں ہے۔

یہ بات اچھی طرح ہمیں سمجھ لینی چاہیے کہ یہ دین انقلابی دین ہے۔ یہ کوئی رسمی اور اصلاحی دین نہیں ہے۔ اصلاحی یا رسمی دین کا مطلب محض وعظ کہنا ہوتا ہے۔ دین اسلام نے محض وعظ نہیں کہا۔ نبی اکرمؐ کی گفتگو محض اصلاح پر مبنی نہیں تھی۔ نبی اکرمؐ سے پہلے جتنے بھی لوگ گزرے، عام طور پر وہ اصلاحی گفتگو کرتے تھے۔ بقیہ صفحہ 07 پر

rahimia.org

رفتارِ کار

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ شمالی پنجاب

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ حج سے واپس آنے کے کافی عرصے بعد شمالی پنجاب کے دورے پر تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس کے ہمراہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور کے ناظمِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب بھی تھے۔ چناں چہ حضرت اقدس مدظلہ مؤرخہ 16/اپریل کو صبح 09 بجے ادارہ رحیمیہ لاہور سے راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ جب کہ آپ کو لینے کے لیے 15/اپریل کی رات کو جناب جاوید حمید صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ تقریباً 1:30 بجے راولپنڈی جاوید حمید صاحب کے گھر آمد ہوئی۔ جہاں پر شمالی پنجاب ریجن کے کافی دوست حضرت اقدس کی آمد کے منتظر تھے۔ حضرت اقدس مدظلہ کا شان دار استقبال کیا۔ کچھ دیر بعد حضرت کے مجاز مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب بھی بورے والا سے تشریف لے آئے۔ طعام، نمازِ ظہر اور آرام کے بعد ایک استقبالیہ نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں سینکڑوں احباب نے بھرپور شرکت کی۔ یہ نشست تقریباً 04 بجے سے شروع ہوئی، جس میں حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے خطابات کیے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر کا اہتمام تھا، جس میں بھی پنڈی اور گردونواح سے آئے ہوئے سلسلے کے متوسلین اور احباب نے شرکت کی۔ رات کا قیام وکھانا بھی جاوید صاحب کے مکان پر ہی تھا۔ مؤرخہ 17/اپریل کو صبح 09 بجے سے ہی حضرت اقدس کے متعلقین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ شام کے وقت ایک سیمینار کا انعقاد ہوا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''پاکستان میں سیاسی ومعاشی عدمِ استحکام کی وجوہات اور ان کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ مؤرخہ 18/اپریل کو شام 4:30 بجے خواتین کے لیے درسِ قرآن ہوا۔ جس میں خاصی تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے درسِ قرآن دیا۔ مؤرخہ 19/اپریل کو دوپہر 02 بجے فاسٹ یونیورسٹی اسلام آباد میں یونیورسٹی کے طلبا اور طالبات سے حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے "Social Aspects of Education in the Light of the Uswa-i-Hasanah" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان طالبِ علموں نے شرکت کی۔ خطاب کے بعد سوالات وجوابات کی بھی ایک بھرپور نشست ہوئی۔ ان تمام دنوں میں روزانہ مجلس ذکر کا اہتمام جناب جاوید حمید صاحب کے مکان پر ہوتا رہا۔ جس میں احباب نے بھرپور شرکت کی۔

مؤرخہ 20/اپریل کو ناشتے کے بعد حضرت اقدس اپنے رفقا کے ساتھ شیخ افتخار صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی دوستوں نے حضرت اقدس اور ان حضرات سے خوب استفادہ کیا۔ مجلس ذکر ان کے مکان پر منعقد ہوئی۔ اگلے روز بھی وہیں قیام رہا۔ مؤرخہ 22/اپریل کو جامع مسجد محمدی اسلام آباد میں تشریف لے گئے۔ جہاں مولانا قاری تاج افسر صاحب نے حضرت اقدس اور دیگر احباب کے لیے پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ پھر نمازِ جمعہ بھی جامع مسجد محمدی میں ادا کی۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ جب کہ جامع مسجد رحمت، شاہ پور ٹاؤن، بارہ کہو میں مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے جمعے کا خطبہ دیا۔ اور نماز پڑھائی۔ نمازِ مغرب، مجلس ذکر اور طعام وقیام شیخ صاحب کے مکان پر ہوا۔ اگلے روز بھی وہیں قیام رہا۔

مؤرخہ 24/اپریل کو صبح تقریباً 10 بجے حضرت اقدس میرپور آزاد کشمیر تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر میرپور میں جناب ساجد سلہریا کے مکان پر ادا کی۔ میرپور میں آزاد کشمیر کے دوسرے علاقوں کے دوست حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔ 03 بجے ایک بڑے ہال میں سیمینار ہوا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد سے خطاب کیا، سوالات کے جوابات دیے۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی دعا سے اس نشست کی تکمیل ہوئی۔ نمازِ مغرب، مجلس ذکر، قیام وطعام جناب ساجد سلہریا کی رہائش پر تھا۔ اور رات گئے تک میرپور کے مقامی علما، حضرت اقدس سے استفادہ کرتے رہے۔ مؤرخہ 25/اپریل کو صبح کا ناشتہ مولانا مفتی محمد یونس صاحب کے مدرسے میں ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس میرپور سے روانہ ہوکر دینہ میں جناب جاوید اقبال کے مکان پر تشریف لائے۔ جہاں پر کافی احباب نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ تقریباً 03 بجے دینہ سے روانہ ہوکر گوجر خان میں ڈاکٹر راجہ حامد علی کے ہسپتال میں حضرت اقدس نے قیام فرمایا۔ جہاں راجہ سعادت علی نے کافی احباب کو جمع کیا ہوا تھا۔ جنھوں نے حضرت اقدس کا بھرپور استقبال کیا۔ شام کو وہاں سیمینار کا اہتمام تھا۔ جس میں کافی تعداد میں نوجوانوں نے شرکت کی۔ نمازِ مغرب، مجلس ذکر اور طعام بھی راجہ سعادت کی طرف سے ہوا۔ رات کو کھانے کے بعد راولپنڈی واپس تشریف آوری ہوئی۔

مؤرخہ 26/اپریل کو اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی سنٹرل لائبریری کے سیمینار ہال میں Department of Mathematics کی جانب سے ایک پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''Social Aspects of Education in the Light of the Uswa-i-Hasanah" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جس میں کافی تعداد میں یونیورسٹی کے نوجوان اسٹوڈنٹس نے شرکت کی۔ اور سوالات وجوابات کی نشست ہوئی۔ اس کے بعد لائبریری کے عملے نے مفتی صاحب کو لائبریری کا دورہ کرایا اور اس کے مختلف سیکشنز کے بارے میں بریفنگ دی۔ اس کے بعد مفتی صاحب بارہ کہو میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک سیمینار سے خطاب کیا۔ جب کہ اسی روز جامع مسجد محمدی میں مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے نوجوان احباب سے ملاقاتیں کیں اور ایک سیمینار میں دینی حوالے سے نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے عنوان سے خطاب کیا۔ نمازِ مغرب، مجلس ذکر اور طعام حافظ انصار حسین صاحب کے مکان پر ہوا۔ جب کہ رات کا قیام محمدی مسجد میں ہوا۔ مؤرخہ 27/اپریل کو مرزا محمد رمضان صاحب نے اپنے نئے مکان پر حضرت اقدس مدظلہ العالی اور دیگر احباب کے لیے ناشتے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی اپنے قریبی عزیز حضرت مولانا نواب عشرت علی قیصر صاحب سے ملاقات کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ نواب قیصر صاحب کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے تک ملاقات رہی۔ وہ انتہائی ضعف کے باوجود حضرت اقدس اور دوسرے احباب کو رخصت کرنے کے لیے باہر تک تشریف لائے۔ اور خوب دعائیں دیں۔ اس دن جامع مسجد محمدی میں خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام تھا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ اور پھر حضرت اقدس مدظلہ نے دعا کے ساتھ نشست کی تکمیل کی۔ جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب بہارہ کہو تشریف لے گئے۔ جہاں مقامی دوستوں نے حضرت مفتی صاحب سے خوب استفادہ کیا۔ مجلس ذکر، قیام وطعام محمدی مسجد میں رہا۔

rahimia.org

مؤرخہ 28/اپریل کو حضرت اقدس اپنے رفقا کے ہمراہ حسن ابدال تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر کے وقت حسن ابدال آمد ہوئی۔ جہاں حضرت مولانا قاضی محمد یوسف صاحب اور گردو نواح کے دوستوں نے حضرت اقدس کا بھرپور استقبال کیا۔ شام کے وقت ایک سیمینار ہال میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے نوجوانوں سے خطاب کیا۔ اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ جب کہ مجلس ذکر جامع مسجد خلفائے راشدین میں ہوئی۔ اور رات کو حافظ تیمور الٰہی صاحب نے اپنے مکان پر ایک پُرتکلف عشائیے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جہاں انھوں نے اپنے رشتے دار اور مقامی تاجر برادری کو مدعو کر رکھا تھا۔ کھانے سے قبل مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے دینی شعور کی اہمیت پر گفتگو کی۔ بعدازاں کھانا ہوا۔

مؤرخہ 29/اپریل کو مسجد خلفائے راشدین میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے جامع مسجد رحمانیہ (اڈہ والی) راولپنڈی میں خطبہ جمعہ دیا۔ بعداز نمازِ جمعہ قاضی محمد یوسف صاحب کے مکان پر مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خواتین کے لیے درسِ قرآن دیا۔ اس کے بعد واہ کینٹ میں واجد وہاب صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ شام کے وقت 05 بجے فیڈرل سائنس کالج واہ کینٹ میں نوجوانوں کے ایک سیمینار سے مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب کیا۔ جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب اٹک شہر تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انھوں نے نوجوانوں کے ایک سیمینار سے خطاب کیا۔ رات کو حضرت اقدس نے آرڈیننس کلب واہ کینٹ میں جناب فہد علی صاحب کا نکاح پڑھایا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مفتی سعیدالرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اور تقریبِ نکاح میں شرکت کی۔ رات کا قیام واجد وہاب صاحب کے مکان پر ہوا۔

مؤرخہ 30/اپریل کو سارا دن نوجوان احباب حضرت اقدس مدظلہ العالی اور ان کے رُفقا سے استفادہ کرتے رہے۔ شام کو راولپنڈی واپسی ہوئی۔ راستے میں نمازِ مغرب جامع مسجد محمدی میں ادا کی۔ اور وہیں مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اور پھر جناب کاشف شریف صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ اس موقع پر مفتی محمد مختار حسن صاحب اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ رات کا قیام اور کھانا کاشف صاحب کے مکان پر ہوا۔

مؤرخہ یکم مئی کو صبح 10 بجے لیاقت میموریل ہال راولپنڈی میں شمالی پنجاب ریجن کے احباب کی جانب سے ''شاہ ولی اللہ سیمینار'' منعقد کیا گیا۔ جس میں خانقاہِ رائے پور کے متوسلین اور ریجن کے تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ ہال اور اس کے گردونواح کے تمام اطراف میں سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان موجود تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب نے ''ولی اللّٰہی جماعت کا تاریخی تسلسل''، مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''شاہ ولی اللہ کا نظریۂ محنت''، مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ''سماجی تشکیل نو کا ولی اللّٰہی نظریہ'' اور ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن صاحب نے ''انسانی حقوق کا ولی اللّٰہی نظریہ'' کے موضوعات پر خطابات کیے۔ آخر میں حضرت اقدس مدظلہ نے خصوصی خطاب فرمایا۔ اور دعا کے ساتھ نشست کی تکمیل کی۔ مجلس ذکر جناب جاوید حمید کے مکان پر منعقد ہوئی۔ جس میں احباب نے بھرپور شرکت کی۔

مؤرخہ 02/مئی کو حضرت اقدس مدظلہ العالی نے شیخ افتخار صاحب کے بھتیجوں کی دعوتِ عقیقہ میں شرکت کی۔ رات کا قیام شیخ صاحب کے مکان پر ہوا۔ مؤرخہ 03/مئی کو صبح 09 بجے نوشہرہ کے لیے روانگی ہوئی۔ یوں یہ 17 روزہ دورہ شمالی پنجاب اختتام پذیر ہوا۔

بقیہ خطبہ جمعہ

اصلاحی گفتگو اور وعظ کا انداز یہ ہے کہ کرو تو تمہاری مرضی، نہ کرو تو تب بھی تمہاری مرضی۔ اچھی بات کا صرف وعظ کہہ دینا، یہ اصلاحی عمل ہے۔ اور انقلابی عمل یہ ہے کہ اچھی بات کا نہ صرف وعظ کہا جائے، بلکہ اس نظریے کی اساس پر جماعت بنا کر اس کا عملی نظام بھی سوسائٹی کے اندر قائم کیا جائے۔ اور اس اچھی بات اور سچائی کے جتنے مخالف اور دشمن ہوں، عدل کے جتنے دشمن، امن کے جتنے دشمن، معاشی خوش حالی کے جتنے دشمن ہوں، ان کے مقابلے اور مزاحمت کی حکمتِ عملی بھی اپنائی جائے۔ حضورؐ کی تیئیس سالہ زندگی اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ انھوں نے جماعت تیار کر کے ایک مکمل انقلاب برپا کیا ہے۔ ایک مکمل تبدیلی پیدا کی ہے۔ سوسائٹی کے اندر تبدیلی لا کر ایک نیا سسٹم تشکیل دیا ہے۔ تو آپ دیکھیے کہ وہ دین، جو انقلابی ہے، آج اس دین کے ماننے والے اس انقلابی عمل کو ترک کر کے محض اصلاح کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہیں۔ اور جو دشمن ہے، وہ اپنے سیاسی معاشی اقدامات کے ذریعے سے سوسائٹی میں بدامنی کو فروغ دے رہا ہے۔ معاشی بدحالی کو فروغ دے رہا ہے۔ مہنگائی بڑھ رہی ہے۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ انسانیت دشمنی کا کردار آگے بڑھ رہا ہے۔ سوسائٹی تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ اور ہم مطمئن ہیں کہ اسلام کا وعظ کہہ دیا، کوئی اصلاحی گفتگو ہو گئی، چند رَسمی اعمال کر لیے۔ اور اس کی بنیاد پر ہم مطمئن ہو کر بیٹھ گئے کہ ہم دین دار ہیں۔ یہ طرزِ عمل ٹھیک نہیں۔ اسلام ایک مکمل انقلابی دین ہے۔ یہ اپنے نظریے کا انقلاب چاہتا ہے۔ اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ سوسائٹی میں موجود فرسودہ نظام کے خلاف انقلاب کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔

قرآن نے صاف حکم دے دیا کہ تمھیں عدل وانصاف کے قیام کے لیے میدانِ عمل میں آنا ہے۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کہ عدل وانصاف کے اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔ اس کا عملی نظام قائم کرنا ہے۔ اس کے لیے عملی طور پر جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ تو ہم اس طریقے کو نہیں سمجھتے، اور نہ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ رَسمی اعمال، رَسمی عقائد، رسمی بحث اور گفتگو، محض اصلاح، محض وعظ ونصیحت، یہ تو ہم قبول کرتے ہیں، بلکہ وہ قبول بھی کرنا کیا کہ ہم صرف اس کو وَجد کی ایک خاص کیفیت اور وجد طاری کر لیتے ہیں۔ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے دین کا بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا۔

بات یہ ہے کہ جو کچھ سن لیا، کیا اس کا عملی نظام موجود ہے؟ کیا اس کے مطابق سیاسی معاشی سسٹم موجود ہے؟ کیا اس کے مطابق معاشرے کا پورا نظام کام کر رہا ہے؟ اور اگر نہیں کر رہا تو محض سن سن کر ہم سُن ہو گئے۔ یا اس کے مطابق کسی قسم کی کوئی تحریک، کسی قسم کا کوئی جرأت مندانہ عمل ہمارے اندر پیدا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں ہم پر مایوسی طاری ہے۔ مرعوبیت اور غفلت ہے۔ نظریے کے ساتھ غفلت پائی جاتی ہے۔ بے عقلی اور بے شعوری ہماری ذہنوں پر مسلط ہے۔ اس غفلت، مایوسی اور مرعوبیت کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ نظریے کی طاقت اور قوت اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس نظریے کی اساس پر منظّم اجتماعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی بنیاد پر اپنی سوسائٹی کے اندر ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، جس سے سوسائٹی امن، معاشی خوش حالی، دنیا کی ترقی، آخرت کی ترقی کے نقطۂ نظر سے آگے بڑھنے کے لیے کردار ادا کرے۔ اپنے مسائل حل کیے جائیں۔ اپنی سوسائٹی کو آگے بڑھانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اور غفلت کے اس ماحول سے نکل کر اپنے معاشرے کی سماجی تشکیل کے لیے ایک واضح نظریہ، ایک واضح سوچ ہمارے سامنے آنی چاہیے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore 123-R رجسٹرڈ نمبر CPL No. 59

وفیات

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی کا سانحۂ ارتحال

مفتی عبدالخالق آزاد

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے قدیم متوسل اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے مجاز حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی مؤرخہ 17رمئی 2011ء بروز منگل کو شب ساڑھے نو بجے وصال فرما گئے۔ اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔ حضرت مولاناؒ کا سانحۂ ارتحال خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے تمام متوسلین کے لیے ایک بہت بڑے صدمے کا باعث ہے۔ ان کے انتقال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ ان کی وفات سے حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کی مجالس عاملہ، منتظمہ اور مجلس شوریٰ کے اراکین کو انتہائی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ بلاشبہ ان کی موجودگی سلسلے کی متوسلین کے لیے باعثِ رحمت تھی۔ اور وہ ہر وقت احباب کے لیے دعا گو رہتے تھے۔

حضرت مولانا حسین احمدؒ علوی کے والدِ گرامی حضرت مولانا عبدالعزیزؒ علوی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کے شاگردِ رشید تھے۔ وہ نقشبندی سلسلے کے بزرگ ہونے کے باوجود آخر عمر میں حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے۔ اور آخر عمر تک یہ تعلق نبھایا۔ مولانا حسین احمدؒ علوی نے اپنے بچپن میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی زیارت کی۔ بعد میں 1967ء میں ''نورارتھ'' ضلع پاکپتن میں حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے۔ اور تمام عمر حضرتؒ سے محبت رکھی۔ اور آپؒ کی ہدایت کی روشنی میں معمولات کی پابندی کرتے رہے۔ اور پھر ان کے وصال کے بعد خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے برابر محبت کا تعلق رکھا۔ اور ہر رمضان المبارک میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی صحبت میں حاضری کا معمول حسبِ سابق برقرار رکھا۔ آپؒ کو خانقاہِ رائے پور کے مشائخ سے انتہا درجہ محبت اور عشق کا تعلق تھا۔ موجودہ حضرت اقدس رائے پوری کی جانشینی کے اعلان کے موقع پر آپؒ نے ایک طویل نظم ''ہدیۂ تبریک'' کے عنوان سے مشائخ رائے پور کی خدمت میں پیش کی۔ جس میں رائے پوری سلسلے کی خصوصیات اور مشائخ کے فکر و عمل اور سیرت و کردار کو بہت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔

مشائخ رائے پور کے فکر و عمل سے پوری وابستگی اور دل بستگی کا اظہار آپؒ کی زندگی کا نچوڑ ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ نے آپؒ کو رائے پوری سلسلے میں اِجازت سے مشرف فرمایا تھا۔ اس کے بعد سے آپؒ نے سلسلے کے فروغ کے لیے بڑی جدوجہد اور کوشش کی۔ آپؒ کو علمائے ربانیین اور بالخصوص حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں کے مطالعے کا بڑا شوق رہتا تھا۔ اس سلسلے کی کتابیں جمع کرنا اور پھر ان حضرات کے افکار سے خود بھی آگاہی حاصل کرنا اور اپنے متعلقین اور سلسلے کے احباب کو شعوری طور پر ان کے مطالعے پر اُبھارنا آپؒ کی زندگی کا مقصد تھا۔ آپؒ ساری عمر تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے۔ اور گورنمنٹ کالج چشتیاں میں سینکڑوں ہزاروں نوجوانوں نے آپؒ سے علومِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان نوجوانوں کے دلوں میں سچے اولیاء اللہ کی محبت پیدا کرنا اور انھیں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مشائخ رائے پور کے سلسلے سے جوڑنا آپؒ کا محبوب مشغلہ رہا۔ آخر عمر تک آپؒ اسی فکر میں رہے۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کی مغفرت فرمائے۔ اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی — شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال 1 : کتنا سفر طے کرنے کے بعد قصر نماز پڑھی جائے؟ حافظ احمد رضا وہاڑی

جواب: 77 کلومیٹر یا اس سے زیادہ سفر پر جانا ہو تو اپنے شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نمازِ قصر پڑھی جائے۔

سوال 2 : برصغیر پاک و ہند میں فقہ حنفی رائج ہے۔ اگر پاک و ہند کا باشندہ کسی ایسے ملک میں چلا جائے، جہاں دوسری فقہ رائج ہو، اور وہ کافی عرصے تک اس ملک میں مقیم ہو جاتا ہے تو کیا وہ وہاں فقہ حنفی پر عمل کرے یا اس ملک میں رائج فقہ کے مطابق عمل کرے؟ جاوید علی لاڑکانہ

جواب: فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی اور فقہ حنفی چاروں فقہ میں ہر ایک دین اسلام کی درست تشریح و تشریع ہے۔ جب ایک شخص دین اسلام کی ایک تشریح اور فقہ کو قبول کر لیتا ہے، تو اس کے لیے اُسی فقہ کو اختیار کرنا ہی ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی ملک میں رہے۔

سوال 3 : اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

عبدالناصر اسلام آباد

جواب: پانی میں ڈوب کر مرنے والے شخص کو بھی غسلِ میت دیا جائے گا۔

سوال 4 : ایک شخص کی ظہر کی نماز میں تین رکعتیں جماعت سے رہ گئیں، کیا وہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللّٰھمّ .... الخ) پڑھے گا یا نہیں؟ ارباب عقیل جہلم

جواب: مسبوق (جس کی کچھ رکعتیں جماعت سے رہ جائیں) بقیہ نماز کی ادائیگی کے وقت پہلی رکعت میں ثناء پڑھے گا۔

سوال 5 : قربانی کے بڑے جانوروں میں مختلف لوگ شریک ہوتے ہیں۔ تو کیا ذبح کے وقت تمام حصہ داروں کا وہاں موجود ہونا ضروری ہے؟ محمد اعظم لاہور

جواب: مستحب یہ ہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، یا کم از کم خود موجود ہو، لیکن اگر قربانی کرنے والا خود موجود نہ ہو تو اس کی اجازت سے دوسرا شخص قربانی کر سکتا ہے۔

سوال 6 : عمرے کے سفر میں مکہ مکرمہ پہنچنے پر احرام باندھا جا سکتا ہے؟ کیا اس کے لیے مسجد عائشہ جانا پڑے گا؟ غسل اور وضو میں کون سا عمل کرنا ہوگا؟

شکیل احمد ساجد بہاولنگر

جواب: عمرہ یا حج پر بذریعہ ہوائی جہاز جانے والے حضرات کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ ائیر پورٹ پر وضو یا غسل کر کے احرام کی چادریں باندھ لیں۔ اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر جہاز میں سوار ہوں۔ لیکن احرام کی نیت نہ کریں۔ جب میقات سے جہاز گزرنے لگے تو اس سے تھوڑی دیر پہلے احرام کی نیت سے تلبیہ (لبّیک اللّٰھمّ لبّیک ... الخ) پڑھے۔ جس سے اس کا احرام شروع ہو جائے گا۔ اور تمام ممنوعاتِ احرام سے بچے۔ اگر بغیر احرام مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو اس کو دم دینا ہوگا۔ کیوں کہ آفاقی (حدودِ میقات سے باہر رہنے والے) کے لیے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام داخل ہونا درست نہیں۔ مسجدِ عائشہ سے احرام صرف ان لوگوں کے لیے ہے، جو مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔